ابوالطیب متنبی کے مذہبی رجحانات

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

عالمِ اسلام کے جن چند شعراء کو عالمی شہرت حاصل ہے ان میں سے ایک عہدِ عباسی کا شہرۂ آفاق شاعر ابوالطیب احمد بن الحسین المتنبی بھی ہے لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عالمی شہرت یافتہ شاعروں میں متنبی وہ واحد شاعر ہے جسے زیادہ پڑھا گیا اور جس پر زیادہ لکھا گیا ہے ایک زمانہ تو وہ گزرا ہے جس میں اہلِ علم اس کی شخصیت کو لے کر جھگڑتے رہے جس کے سبب متنبی کے معاندین اور موافقین دونوں کی طرف سے کئی اہم تحریریں کتابی صورت میں منظرِ عام پر آئیں جنہیں عربی ادب میں قیمتی سرمایہ کہا گیا جرجانی کی "الوساطة بین المتنبی وخصومہ" اسی دور کی یادگار ہے۔

اس متنازع فیہ شخص کی ولادت کوفہ کے محلہ کندہ میں عسرت و تنگدستی کے ماحول میں ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ متنبی نسب کے اعتبار سے علوی مگر پیشہ کے اعتبار سے اس کا باپ سقا تھا، سماج میں اسے کوئی حیثیت حاصل نہیں تھی اس کے خاندان کے بارے میں کہیں صراحت نہیں ملتی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے اس کا باپ سقا تھا البتہ انھوں نے یقین سے یہ لکھا ہے

پیدا ہوا تھا۔ (۱)

متنبی کے باپ کا نام بتانے میں بھی لوگوں میں اختلاف ہے بعض نے عیدان لکھا ہے جیسا کہ یوسف بدیعی کا خیال ہے (۲) انھوں نے اس قول کی تائید میں صاحب تاج العروس، علامہ صاغانی، حافظ ابن حجر اور ابن ماکولا کے قول کو حاشیہ میں نقل کیا ہے۔ لیکن عبدالوہاب عزام اور خطیب بغدادی جیسے اہم لوگوں نے اس کے باپ کا نام عبدان السقاء لکھا ہے (۳) علامہ ابن خلکان اس سلسلے میں خاموش ہیں ان کے یہاں اس قسم کی صراحت نہیں ملتی۔ لیکن عبدالوہاب عزام نے ایضاح المشکل کے حوالے جو قول نقل کیا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس محلہ میں متنبی کی ولادت ہوئی تھی وہاں کی آبادی تین ہزار مکانات پر مشتمل تھی جہاں جولاہے اور سقار بستے تھے ہو نہ ہو متنبی کے والد بھی سقار گری کرتے ہوں اصل عبارت یہ ہے۔

"اعلمني ابن النجار ببغداد ان مولد المتنبي كان بالكوفة في محلة تعرف بكندة بها ثلاثة آلاف بيت من بين رواء ونساج" (۴)

مگر خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ وہ علوی خاندان کے اشراف کا پڑوسی تھا بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ بلند ہمت، بلند حوصلہ، بلند خیال انسان تھا۔

متنبی جس زمانے میں پیدا ہوا تھا وہ دور سیاسی اعتبار سے بڑا دلسوز تھا جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی کہاوت اس زمانے پر بالکل صادق آتی تھی۔ قرامطہ اور علویوں نے ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اپنے خیالات د

ظریات کی تشہیر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، کئی مذہبی جماعتیں تھیں جن کے ظریات تھے شاید ہی کوئی نظریہ ایسا رہا ہو جسے عقل کی حمایت حاصل نہ رہی ہو یسے ماحول میں نشو ونما پاکر متنبی نے وہی سب کچھ کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا دنہ پر قرامطہ کا تسلط ۳۱۲ھ میں ہوا۔ یہی متنبی کے بننے اور بگڑنے کا مانہ تھا۔ ہوش وگوش سنبھالتے ہی متنبی تحصیل علم میں لگ گیا کوفہ اور ں کے نواحی میں اس نے تعلیمی سفر کے لئے بادیہ سماوہ گیا وہاں اس نے عربی زبان وادب میں کمال حاصل کیا، اہل علم سے ملاقاتیں کیں وہیں اس کی ملاقات ابوالفضل کوفی سے ہوئی جو علم وفن کے ستون مگر مذہبا قرمطی تھے ان سے ملاقات کا اثر یہ ہوا کہ متنبی کا ذہن بھی قرمطیت کی طرف مائل ہوگیا۔ مختصر یہ کہ اس نے عربی ادب میں ایسا کمال حاصل کیا کہ زمانے میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہوگئی۔ مگر ان سب خوبیوں کے باوجود وہ کس مذہبی نقطہ نظر کا انسان تھا اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی ہے۔ جس پر تمام مورخین اور اہل علم کا اتفاق ہو اس سلسلے میں جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہیں اس مختصر مقالے میں اہل علم کی رائیوں اور ان کے اقوال وگفتار کی روشنی میں صحیح نقطہ نظر متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس سلسلے میں جو چند باتیں بنیادی طور پر ابھر کر سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں وہ آزاد مشرب انسان تھا، وہ شیعہ تھا، وہ مذہب قرامطہ کا دلدادہ تھا وہ اسلام دشمن شخص تھا، اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا، وہ ملحد تھا۔

متنبی مجد وشرافت، سیادت وامارت کا حد درجہ متمنی تھا قوم وملک کی سربراہی اور حکمرانی کا جذبہ ہمہ دم اس کے انگ انگ میں انگڑائیاں لیتا رہا اور یہی وجہ ہے اس نے علم بغاوت بلند کیا ایک مرتبہ بادیہ سماوہ میں دوسری

...کو ذیں بعض لوگوں نے دوبار علم بغاوت بلند کرنے کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس نے صرف ایک ہی بار علم بغاوت بلند کیا ہے۔

پہلی بار اس نے کو ذیں علم بغاوت بلند کیا اور اپنے کو علوی ثابت کرنے کی کوشش کی جب اس کی خبر حکومت وقت کو ہوئی تو اسے گرفت میں لے لیا اور جیل میں ڈالدیا لیکن معاملہ کی تشہیر سے پہلے اسے جیل سے رہا کردیا۔ دوسری بار اس قسم کا واقعہ بادیہ سماوہ میں پیش آیا، وہاں اس نے علویت کا دعویٰ کیا۔ جس میں اسے کامیابی ملی اور بہت سے لوگ اس کے دام تزویر میں آگئے بعض لوگوں نے اس دعویٰ کو دعویٰ نبوت لکھا ہے۔

حنا فاخوری نے لکھا ہے کہ اس کا بھی امکان ہے کہ دعویٰ نبوت ہی کیا ہو اور کچھ پڑھ کر یہ کہا ہو کہ یہ من جانب اللہ ہے بہر حال معاملہ کچھ بھی ہو مگر اتنا ثابت ہے کہ اس نے دعویٰ کیا تھا خواہ وہ دعویٰ علویت رہا ہو یا دعویٰ نبوت جس کے سبب امیر حمص لولو نے اس سے مقابلہ کیا اور اس کے پیروکاروں کو تتر بتر کر کے دو سال کے لئے اسے جیل میں ڈال دیا جب اس نے امیر کو اس کی یقین دہانی کرائی کہ میں ایسی حرکت نہ کروں گا تو پھر اسے آزاد کیا گیا (۵) اس کی اس بغاوت کا ثبوت اس کے درج ذیل اشعار سے ملتا ہے۔

سیصحب النصل منی مثل مضربه ... وینجلی خبری عن همة الصمم

لقد تصبرت حتی لات مصطبر ... فالآن اقحم حتی لات مقتحم (۶)

قریب ہے کہ میری تلوار کا پھل اور میری خبر ظاہر ہوگی ایک ایسے شخص کے ذریعہ جو سب بہادروں میں بہادر ہے بیشک میں نے بہت صبر کیا کہ اب قوت صبر مجھ میں باقی نہیں رہی اب میں اپنے کو جنگ کی ہلاکتوں میں ڈال کر دشمنوں کو قتل کرتا ہوں کہ اب جنگ کی ضرورت نہیں رہی۔

متنبی کے دینی جذبہ میں کمزوری اور مذہبی رجحان میں لوچ تو ہر زمانے میں رہا ہے علامہ ہم لکھتے ہیں۔

"وقد کانت العاطفة الدینیة عند المتنبی ضعیفة فی جمیع ادوار حیاته" (۷)

متنبی کی زندگی کے تمام ادوار میں دینی جذبہ کمزور رہا ہے۔

جن لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ رافضی تھا اور دلیل میں جو کہا ہے وہ زیادہ قوی نہیں ہے متنبی جس ماحول کا پروردہ تھا وہاں شیعہ گردی ضرور تھی اس نے شیعہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کا شیعوں سے گہرا ربط تھا اس نے علوی حکمران طاہر بن الحسین علوی اور محمد بن عبید اللہ العلوی کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں جس کے سبب بعض لوگوں نے یہ فیصلہ صادر کردیا کہ وہ شیعہ تھا۔ خزانۃ الادب کے مصنف لکھتے ہیں۔

"فالرواۃ یحدثوننا انه تعلم فی احدی مدارس الشیعیین وبذلك اتصل بالشیعة اتصالاً مباشراً" (۸)

علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب لسان المیزان میں متنبی کے دین و مذہب کے بارے میں دو روایتیں نقل کی ہیں پہلی روایت جو ابن الطحان کے حوالے سے ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ اور دوسری روایت سے متنبی کی الحاد پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ (۹)

بعض لوگوں نے اس کی شیعیت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ تشیع پسند نہیں بلکہ قرمطی تھا اس کے الفاظ و افکار میں قرمطیت نمایاں ہے (۱۰) یہی بات زیادہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ جس زمانہ میں متنبی نے ہوش و گوش سنبھالا تھا اس زمانے میں کوفہ پر قرامطہ کا تسلط تھا اور

قرامطہ کا وہاں بڑا مرکز تھا اگرچہ متنبی علوی اور شیعہ کیوں نہ رہا ہو مگر وہ اپنے خاندان کے دباؤ اور ماحول کے اثر سے قرمطی ضرور ہو گیا ہوگا۔ شوقی ضیف لکھتے ہیں۔

فاذا کان المتنبی علویا او شیعیا فان بیئتہ تدفعہ الی ان یکون قرمطیاً بل الی ان یکون غالیاً فی قرمطیتہ (۱۱)

اگرچہ متنبی علوی اور شیعہ کیوں نہ رہا ہو مگر اس کا خاندان اسے قرمطی ہی نہیں بلکہ قرمطیت میں غالی بنانے پر مصر ہوگا۔

شیعیت اور قرمطیت کے علاوہ اس کے دیوان میں اور دوسرے مذاہب اور دینی نظریات کا ثبوت ملتا ہے۔ عراق چونکہ اس زمانے میں مختلف مذاہب کا مرکز تھا۔ یہودی، مجوسی، زنادقہ، معتزلہ اور دیگر مکاتب فکر کے لوگ وہاں بستے تھے متنبی ان لوگوں سے ملتا رہا اس لئے ممکن ہے اس کے دیوان میں اس کے ملاقاتیوں کے دین و مذہب کا ذکر ہو گیا ہو مگر اس سے یہ رائے قائم کرنا کہ متنبی بھی اسی مذہب کا پیرو تھا۔ کچھ زیادہ مناسب نہیں۔

اس زمانے میں تناسخ کا مسئلہ زوروں پر تھا ایک نوجوان ایسا تھا جس کا عقیدہ تھا کہ میرے اندر حضرت علیؓ کی روح منتقل ہو گئی ہے ایک عورت اپنے اندر حضرت فاطمہؓ کی روح کا اقرار کرتی تھی ان ہی میں ایک ایسا بھی تھا جو اپنے کو جبرئیل سمجھ رہا تھا۔ اس ماحول سے متنبی نے بھی اثر قبول کیا اور ایسی باتیں کہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ لکھتا ہے۔

تمتع من سہاد او رقاد ولا تامل کری تحت الرجام
فان لثالث الحالین معنیً سوی معنی انتباھک والمنام (۱۲)

(اپنے ایام زندگی میں) بیداری اور خواب سے نفع اٹھاؤ اور قبر میں نیند کی

ہمت رکھو وہاں ایک حالت ثالثہ ہے اور بے شک خواب و بیداری کے
وہ تیسری حالت کے لئے ایک اثر ہے۔ یعنی خواب و بیداری ایک دوسری
ہے اور موت شئی دیگر۔

اس شعر میں ثالث الحالین سے اشارہ تناسخ کی طرف ہے جس میں نہ
ت ہوتی ہے نہ نیند ہی۔ وہ اس سے ورے ایک تیسری چیز کا نام ہے۔
متنبی کے یہاں روح کا مسئلہ بھی مشتبہ تھا وہ خلود روح کو شک کی
ہ سے دیکھتا تھا اس کا خیال تھا کہ جسم کی طرح روح بھی فانی ہے اگر متنبی
ن اسلام پسند ہوتا تو اس مسئلہ میں شک کا اظہار نہیں کرتا کیوں کہ روح
مسئلہ دینی عقائد میں اہم اور قوی رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے۔

"وهي ركن من اقوى اركان العقيدة الدينية" (۱۳)

ب اس قول کی روشنی میں متنبی کے درج ذیل اشعار جو خلود روح کے
مسئلہ سے متعلق ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

تخالف الناس حتى لا اتفاق لهم	الا على شجب والخلف في الشجب
فقيل تخلص نفس المرء سالمة	وقيل تشرك جسم المرء في العطب
ومن تفكر في الدنيا ومهجته	اقامه الفكر بين العجز والتعب (۱۴)

لوگ ہر چیز میں اختلاف رکھتے ہیں یہاں تک کہ سوائے موت کے اور کسی بات
پر مکمل اتفاق نہیں ہے پس کہا جاتا ہے کہ روح محفوظ ہو کر چھوٹ جاتی ہے۔
اور کہا جاتا کہ روح آدمی کے جسم کی ہلاکت میں شریک ہوتی ہے۔
دنیا اور اس کی روح کے بارے میں جو غور کرے گا تو غور و فکر اس کو
عجز و تکان کے درمیان کھڑا کر دے گی۔
متنبی کا عقیدہ بڑا کمزور تھا دینی امور میں کوئی بات وہ یقین سے کرہی

نہیں سکتا تھا علی اور ہم سمجھتے ہیں۔

"ولم یکن له وثاقة الایمان ومتانة العقیدة ما یمکنه من الاطمینان" (۱۵)

متنبی کے یہاں ایمان اور عقیدے کی مضبوطی تھی ہی نہیں جس سے وہ اطمینان حاصل کرتا۔

متنبی مجوسی تو نہیں تھا البتہ اس کی شاعری میں مجوسیوں کے عقائد اور ان کے نظریات سے آگاہی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ ابن کیغلغ کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

يا اخت معتنق الفوارس في الوغى | لاخوك ثم ارق منك وارحم
يرنوا اليك مع العفاف وعنده | ان المجوس تصيب فيما تحكم (۱۶)

اس شخص کی بہن جو لڑائی میں شہ سواروں سے لڑنے والا ہے۔ تو سنگ دل ہے اور مجھ پر رحم نہیں کرتی حالانکہ تیرا بھائی جو مرد میدان ہے۔ لڑائی میں تجھ سے زیادہ نرم دل ہے۔

اور پاک دامنی کے باوجود تیرے حسن پر فریفتہ ہو کر وہ تجھ سے نکاح کا خواستگار ہے۔

عکبری نے مجوسیوں کی شادی بیاہ سے متعلق اس عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

"ان تزوج الاخوات عند المجوس من حکمهم فمن حسنها یری ان المجوس اصابوا فی حکمهم" (۱۷)

بہنوں سے شادی کرنا مجوسیوں کی شریعت میں ہے چنانچہ جن لوگوں نے اس کی تحسین کی ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ شریعت کے اعتبار سے صحیح کرتے ہیں۔

مجوسیوں میں دو گروہ ہیں ایک ان میں سے اپنے کو مانی کی طرف منسوب

ے مانوی کہلاتے ہیں یہ صحیح ہے کہ عبداللہ ابن کی وجہ سے ہے اور حشر
ت دقاریکی کی وجہ سے ہو جنہوں نے اس سلسلے میں ایک الگ مستحکم
2 قائم کیا ہے کہتا ہے کہ ایک دو نہیں بلکہ بے شمار نعتیں ایسی ہیں جن
لمن رات کرتا پیش ہے ۔

وکر لقلاط الطیل صندی می بید تغبران المانویة تکذب (۱۸)

اور بات کہ تاریکی کے ختم ہو چکے احسانات ہیں وہ بتاتے ہیں کہ فرقہ مانویہ
دٹ کہتا ہے ۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ چونکہ وہ قرمطی تھا اس لئے مختلف مذاہب
نظریات سے اسے واقفیت تھی ۔ رسائل اخوان الصفا سے یہ معلوم ہوتا
کہ قرامطہ مختلف مذاہب کے لوگوں اور ان کے معتقدات سے بھرپور
ابی رکھتے تھے ۔ شوقی ضیف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

نجد عند المتنبی اصداءات للمذاهب والمعتقدات المختلفة ویظهر
نذ الشيء جاءة من قرمطيته فان رسائل اخوان الصفا تدل على
ن القرامطة كانوا يهتمون اهتماما وثيقا بالمعتقدات والنحل
لمختلفة ۔ (۱۹)

متنبی کی مختلف مذاہب اور عقیدے سے واقفیت کا پتا چلتا ہے
ور ظاہر ہے کہ ایسا اس کے قرمطی ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ رسائل اخوان
لصفا سے واضح ہو کہ قرامطہ مختلف مذاہب کے لوگوں اور ان کے عقیدہ
ے کافی دلچسپی رکھتے ۔

متنبی اسماعیلی فرقے سے بھی آشنا تھا وہ ان سے اس درجہ ذہنی طور پر
قریب ہو چکا تھا کہ ان کے عقیدے وہ خاص الفاظ جس سے وہ اپنے عقائد

و نظریات کی ترجمانی کرتے تھے متنبی نے اپنے اشعار میں ہو بہو وہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔

استاذ ناسیلیون کے قول کے مطابق اسماعیلیوں کے وہ خاص الفاظ جس سے ان کے مذہب کی ترجمانی ہوتی تھی یہ تھے۔

۔ قدس اللہ روحہ" وانقلاع الدیار، انتقلان وغیرہ (۳)

متنبی نے کافور کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے اسماعیلیہ کے عقیدہ خاص لفظ "انتقلان" استعمال کیا ہے۔ لکھتا ہے۔

فمالک تختار القسی وانما عن السعد یرمی دونک الثقلان (۲۱)

تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو کمانوں کو دشمنوں کے قتل کے لئے منتخب کرتا ہے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں، حالانکہ تیری سعادت بخت تجھ سے درے جن وانس کو تیر مارتی ہے۔

اس کے علاوہ متنبی نے مہدی، قائم اور خلف جیسے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جس سے فرقہ اسماعیلیہ اور دوسرے مذہب سے آشنائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

متنبی اسلام پسند تھا اس کے نزدیک پیغمبر اسلام کی اہمیت بھی تھی جبکہ شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت علی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں ان کی تردید کرتا تھا۔ اپنے ایک شعر میں اس نے اس مفہوم کو اس انداز سے واضح کیا ہے جس کی طرف اکثر شارحین کے عقل کی رسائی نہیں ہو سکی ہے وہ لکھتا ہے۔

وما التانیث لاسم الشمس عیب ولا التذکیر فخر للھلال (۲۲)

(سورج جو بذات خود روشن ہے) اس کے نام کا مونث ہونا کوئی عیب نہیں

یہاں دیکھا

اور یہاں جو اس کے عروج سے متعلق ہے۔ مگر سمجھنا اس کے لیے باعث فخر نہیں
اس شعر سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تفضیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
و علی کرم اللہ وجہہ سے متعلق بات کہی گئی ہے مگر حقیقت یہ ہے صرف
تفضیلی قلابازی نہیں اس شعر میں قدیم زمانہ کے دو گروہوں کے درمیان
ایک اختلاف کی طرف اشارہ ہے اختلاف یہ تھا کہ متیم، متین سے افضل
ہے متیم سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور متین سے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ مراد لیتے تھے بعض رافضیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی افضل ہیں۔
استاد استیفون نے اس شعر میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ
کیا ہے تند گرد باغیث سمجھنا مقصود نہیں۔ استاد مذکور کے قول کے
مطابق اگر حضرت رسول کا اس مفہوم یک رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ شاعر
رسول اللہ کی عظمت کو حضرت علی سے افضل و بہتر قرار دیتا۔

متنبی ایک زبردست باکمال صوفی بھی تھا اس کے دیوان میں جابجا
متصوفانہ رجحانات پائے جاتے ہیں متنبی جیسے آزاد مشرب اور آزاد خیال
شاعر کے یہاں اس قسم کی باتوں کا پایا جانا عجیب سا لگتا ہے مگر حقیقت
یہی ہے متنبی کا شمار چوتھی صدی ہجری کے ان صوفی منش بزرگوں میں ہوتا ہے
جو اپنے صوفیانہ خیالات کی بلندی پر پہنچے ہوئے تھے۔ شوقی ضیف
تو یہاں تک لکھا ہے کہ ابن الفارض، حلاج، شبلی اور جنید اس
صدی کے صوفی سنتوں میں تھے مگر متنبی کے صوفیانہ افکار ان کے
افکار سے بہت بلند تھے وہ لکھتے ہیں۔

"وانہ یبلغ من ذلک ما لا یبلغہ الحلاج والشبلی والجنید
وغیرہم من متصوفۃ ھذا القرآن" (۲۳)

اس تمہید کے بعد ذیل میں اس کے دیوان سے اس کے صوفیانہ خیالات کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں عام صوفیاء کا نظریہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اس کی جانب اشارہ متنبی کے ہاں بھی ملتی ہے۔ متنبی اپنے ممدوح علی بن ابراہیم التنوخی کے بارے میں اسی طرح کا خیال پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں اپنے اس ممدوح کی سخاوت کا ذکر کرتا ہوں تو سخاوت کا ذکر ہوتے ہی وہ خضر علیہ السلام کی طرح آموجود ہوتے ہیں۔

اذا ذکرنا جودہ کان حاضراً　　نأی او دنا یسعی علی قدم الخضر (۲۴)

اس شعر کی تشریح کے ضمن میں علامہ عکبری نے لکھا ہے کہ حضرت خضر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب کہیں ان کا ذکر ہوتا ہے تو فوراً موجود ہو جاتے ہیں اس طرح متنبی کے ممدوح کی سخاوت ہے (۲۵) حضرت خضر نبی ہیں کہ ولی اس میں اختلاف ہے لیکن اتنا طے ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں (۲۵ الف) آب حیات پئے ہوئے ہیں اس لئے بقید حیات ہیں اور ذکر ہوتے ہی موجود ہو جانا ان کی شان بزرگی ہے اور جنگل میں بھٹکنے والوں کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ (۲۶)

صوفیاء کے عقائد میں قطب و ابدال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ قطب کے بعد ابدال وجود کے قائل تھے ابن خلدون نے اس ترتیب کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"ان الصوفیۃ قالوا بترتیب وجود الابدال بعد القطب کما قاله الشیعۃ فی النقباء" (۲۷)

علامہ عکبری نے ابدال کی وجہ تسمیہ اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے

جاتا ہے کہ ابدال اپنی دعاؤں کی مقبولیت اور مخلوق کی خیر خواہی میں ممتاز
بدل ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں جب کوئی انتقال
کر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کسی ابدال کا تقرر کرتا ہے جو قیامت تک
رہیں گے اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت زمین پر ایسے ۴۰ لوگ ہیں [illegible]

ابدال صوفیاء کا خاص لفظ ہے اس نے اپنی شاعری میں اس پر وقار
معنی میں استعمال کیا ہے لکھتا ہے۔

ذا السراج المنیر ھذا النقی الجیب ھذا بقیۃ الابدال (۳۵)

ممدوح خلق کے لئے روشن چراغ ہدایت ہے۔ یہ پاک دل بے عیب ہے
اور یہ اہل صلاح ابدال کا بقیہ ہے۔

اس شاعر نے صرف ابدال ہی نہیں بلکہ صوفیاء کے وہ مخصوص الفاظ جو
ان کے یہاں علامت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کے بیشتر کا ذکر
کیا ہے۔ صوفیاء کے یہاں جن موضوعات کو بڑی اہمیت حاصل ہے
ان میں چند یہ ہیں۔

حال، خواطر، ظاہر و باطن، حضور و غیبت، زمان و مکان" (۳۶)

متنبی کی شاعری میں ان اصطلاحات کا ذکر بڑی خوبی اور سلیقے سے
ملتا ہے۔ حال سے متعلق متنبی اظہار خیال کرتا ہے۔

وحالات الزمان علیک شتی وحالک واحد فی کل حال (۳۷)

زمانے کے حالات تجھ پر بدلتے رہتے ہیں مگر تیرا حال ہر حال میں یکساں ہے۔

متنبی کے یہاں خواطر کا استعمال اس طرح ملتا ہے۔

علیم باسرار الدیانات واللغی لہ خطرات تفضح الناس والکتبا (۳۸)

دیانتوں اور لغتوں کے اسرار کا جاننے والا ہے اس کے افکار و خیالات

لوگوں کو اور کتابوں کو رسوا کرتے ہیں۔

ظاہر و باطن کا ذکر اس کی شاعری میں اس طرح ملتا ہے۔

(۳۳) فإن جهدت فانت غير محجب   وإذا بطنت فانت عين الظاهر

جب تو پوشیدہ ہو جائے تو اوجھل نہیں رہتا اور جب تو ظاہر ہو تو تو کھلم کھلا ہے۔

حضور و غیبت کی اصطلاح کو متنبی نے اپنی شاعری میں اس طرح نبھایا ہے۔

فدتك نفوس الحاسدين فانها   معذبة في حضرة ومغيب (۳۴)

حاسدوں کی جانیں تجھ پر قربان ہو جائیں اس لئے کہ وہ حاضر و غائب ہر حال میں عذاب میں ہیں۔ زمان کا نظریہ متنبی کے یہاں اس طرح ملتا ہے۔

نحن من ضايق الزمان له فيك وخانته قربك الايام (۳۵)

ہم وہ لوگ ہیں کہ زمانے نے تیرے لئے اپنے معاملہ میں ہم سے بخل کیا اور تیرے قرب کے معاملے میں ایام نے ہماری خیانت کی۔

زمان سے متعلق متنبی نے جو اپنا نظریہ پیش کیا ہے صاحب بن عباد اس سے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر اس قسم کی عبارت جنید و شبلی کے یہاں ملتی تو صوفیاء ایک لمبے عرصے تک جھگڑتے رہتے۔ (۳۶)

متنبی کی شاعری میں ان صوفیاء کے خیالات کی بھی ترجمانی ہو جاتی ہے جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ جن کا عقیدہ ہے کہ عالم میں صرف اللہ کی واحد ذات ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خواب و خیال ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو صوفیاء کے اس مذہب میں شامل کیا گیا ہے جو غلو کرتے ہیں (۳۷) متنبی کے یہاں اس عقیدے کا تصور اس قصیدے میں ملتا ہے جسے اس نے الاوراجی کی شان میں لکھا ہے چونکہ وہ خود بھی صوفیانہ مزاج

بان فرہی

…تے ہیں اور ادب [illegible] سے بھرپور واقف تھے اس لئے متنبی نے بعض
…نا سی کرنے [illegible] کی [illegible] ان کے مزاج کے مطابق کی ہے اور انہیں
…شن کرنے کے [illegible] رہتا ہے [illegible] کہیں کہیں کام لیا ہے ۔ اس قصیدے
…متعلق [illegible] کہا ہے کہ یہ واحد قصیدہ ہے جس میں شاعر نے
ممدوح کو خوش کرنے کے لئے اس کے صوفیانہ مزاج کے مطابق رمز و کنایہ
…میں بات کی ہے ۔

"وهي القصيدة الوحيدة التي يعمد فيها الشاعر الى المذهب الرمزي ليرضي ممدوحه الذي كان يذهب مذهب التصوف" (۳۸)

متنبی کے دو اشعار جن میں رمز و کنایہ میں بات کی گئی ہے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں ۔

لا تكثر الاموات كثرة قلة — الا اذا شقيت بك الاحياء
والقلب لا ينشق عما تحته — حتى تحل به لك الشحناء (۳۹)

موتیں زیادہ نہیں ہوتی ہیں فنا کی کثرت سے مگر اس وقت جب زندہ لوگ تیری طرف سے بدبخت ہو جائیں ۔ دل اس چیز سے جو اس کے اندر ہے نہیں پھٹتا ہے یہاں تک کہ اس میں تیری طرف سے کینہ آجائے ۔

متنبی کے ان اشعار میں کثرت قلت ، الانشقاق ، الشحناء ایسے الفاظ ہیں جن کی کامل تشریح کے لئے پس منظر کا جاننا ضروری ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارحین کو اس قصیدے کی توضیح و تشریح میں ناکوں چنے چبانے پڑے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ان کے اس شعر میں "کثرت قلت" سے حلول کی طرف اشارہ ہے ۔

متنبی کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے ۔

احاد ام سداس فی احاد   لییلتنا المنوطۃ بالتنادی (۳)

یہ ہماری بڑی یا بری تکلیف دہ رات جو قیامت سے ملی ہوئی ہے ایک ہے یا چھ جو ایک سے ملی ہوئی ہے یعنی کل ہفتہ جو سات زمانوں سے ملا ہوا ہے۔

متنبی نے اس شعر کی تشریح ذیل کے طور سے کی ہے۔

کان بنات نعش فی دجاھا   خرائد سافرات فی حداد (۴)

گویا ستارے بنات النعش اس رات کی تاریکی میں غیر بیاہی عورتیں ہیں جو سیاہ ماتمی لباس پہنے ہیں اور منہ کھولے ہوئے ہیں۔

پورے قصیدے میں شاعر نے کہیں ممدوح کا نام نہیں ذکر کیا ہے بلکہ وہی تلمیحات بیان کئے ہیں جو صوفی شعراء اپنے کلام میں کیا کرتے ہیں ممدوح کی ذات کی طرف اس نے ضیاء چمک جیسے الفاظ سے کیا ہے۔ قصیدے کے مطلع کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

امن ازدیارک فی الدجی الرقباء   اذ حیث کنت من الظلام ضیاء (۵)

تاریکیوں میں تیرے ملنے سے رقیب مطمئن ہو گئے اس لئے کہ تو اندھیرے میں جہاں ہوگا روشنی ہوگی۔

متنبی کے دیوان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے یہاں صرف صوفیانہ افکار ہی نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ وہ تکنیکی دروبست بھی جو صوفی شعراء کے یہاں پایا جاتا ہے متنبی کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے جیسے، ضمائر کی کثرت، اسم اشارہ کا بے محل استعمال، حروف ندا یا تصغیر کا لانا، وغیرہ وغیرہ۔ ان کا اظہار متصوفانہ افکار کے اظہار کے لئے ہوتا ہے متنبی کی شاعری اس قسم کی عبارتوں سے بھی خالی نہیں۔

صوفیاء جہاں وحدۃ الوجود اور حلول کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں اور
یہاں مطالب وحدت کی بات ہو تو وہاں وہ مناظر کا استعارہ
سے کرتے ہیں ... مثلاً ... کثرت سے استعمال کیا ہے وہ
شعور در حقیقت ... ہے۔

وتسعدني في غمرة بعد غمرة — سبوح لها منها عليها شواهد (۴۳)

ایک کے بعد ایک آنے والی مصیبت میں ایک تیز رفتار گھوڑا میری مدد کرتا ہے
جس کی شرافت پر اس کی ذات ہی شاہد ہیں۔

ولكنك الدنيا إليّ حبيبة — فما عنك لي إلا إليك ذهاب (۴۴)

لیکن تو ہی میری دنیا ہے جو مجھے محبوب ہے پس نہیں ہے تیرے پاس سے
میرا جانا مگر تیری ہی طرف۔

متنبی نے وہ قصیدہ جسے اس نے اوراجی کی مدح میں لکھا ہے صوفیانہ
افکار والفاظ دونوں کا بہترین نمونہ ہے جو صوفیاء حلول کے قائل ہیں ان
انھیں کائنات کی ہر چیز میں وحدت کا جلوہ نظر آتا ہے اور "ہو" کے ذریعہ
اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں متنبی کے یہاں بھی "ھو" اور "ہم" کا استعمال
ملتا ہے جس میں اس نے ان الفاظ سے یہ مفہوم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے
کہ ممدوح مخلوق اور مخلوق ممدوح سے کہتا ہے۔

لو لم تكن من ذا الورى اللذ منك هو
اگر — عقمت بمولد نسلها حواء (۴۵)

اگر تو اس مخلوق میں سے نہ ہوتا جو تیری ہی وجہ سے ہے تو حضرت حوا
اپنی نسل کے پیدا کرنے سے بانجھ ہو جاتی۔

وبه يضن على البرية كلها — وعليه منها لا عليها يوسى (۴۶)

[illegible]

[illegible] حقیقت سے صوفی کی بابت نقل کیا جا رہا ہے اور [illegible]
کی نسبت [illegible] محسوس کیا جاتا ہے ورنہ ہلاک ہو جائے۔

صوفیاء کی طرح متنبی بھی محبت میں الفاظ کی تصغیر [illegible] کرتا [illegible]
لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چونکہ وہ متکبر اور گھمنڈی تھا اس لحاظ سے اس نے بڑی
بڑی چیزوں کی تصغیر حقارت سے کی ہے مگر یہ کہنا کچھ زیادہ صحیح نہیں اس لئے
کہ اس کے بعض کلام میں تصغیر تحقیر کے سبب نہیں بلکہ محبت کے سبب
ہے۔ وہ کہتا ہے۔

اذا عذلوا فيها اجبت بأنة حبيبتا قلبي فؤادي هيا جمل (١٧)

جب لوگ محبوبہ کے معاملے میں مجھ کو ملامت کرتے ہیں تو میں ان کو رد کر
جواب دیتا ہوں اور کہتا ہوں اے میری پیاری اے میرے دل اے میرے
اے جمل میری فریاد رسی کر۔

اس طرح اس نے ایک جگہ لیلۃ کی تصغیر کی ہے جو بسبب محبت ہے
بوجہ عناد و نفرت۔

احاد ام سداس في احاد لييلتنا المنوطة بالتناد (١٨)

ہماری بڑی رات جو قیامت سے ملی ہوئی ہے ایک ہے یا چھ جو ایک
ملی ہے۔

اس گفتگو سے یہ واضح ہے کہ افکار و خیالات، اسلوب اور لب و لہجہ
اعتبار سے متنبی کے یہاں صوفیانہ عناصر کافی حد تک پائے جاتے ہیں، شوقی
ضیف نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ ابن الفارض جو صوفی مشرب بزرگ
وہ اس شاعر کے صوفیانہ اسلوب سے بے حد متاثر تھے۔

"فاذا المعقول ان يكون ابن الفارض قد تأثر اسلوب المتنـ

... متاخرمنہ (۴۷)

... ات مناسب ہے کہ ابن الفارض متنبی کے اسلوب سے متاثر ہے کیونکہ

... کا زمانہ متنبی کے بعد ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں تحقیقی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ متنبی صوفی شاعر

... لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ وہ محاکات میں درجہ کمال کو پہونچا ہوا تھا، کہ

... سے اس فن کے ماہرین محاکات میں اس سے بہت پیچھے تھے۔ شوقی ضیف

... کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نعترف بان المتنبی لم یکن متصوفا ولکنھا الحقیقۃ الواقعۃ فان

... ن یکادون یبلغون فی محاکاتہ ما قد یقصرا صحاب

... ذا الشیٔ انفسھم (۵۰)

متنبی محدود بے دین شخص تھا یہ سچ ہے کہ اس کے دینی جذبات ہمیشہ

... مزور رہے ممدوحین کی تعریف میں اس نے نہ جانے کس کس قسم کے خیالات

... پیش کئے۔ ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ہی صرف نہیں ملائے

بلکہ انھیں عبودیت کے درجے سے نکال معبود بنا دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ ممدوح

... ایسا ہے کہ اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے زمین ہی صرف نہیں بلکہ پورا

عالم قاصر ہے۔ بدر ابن عمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

متقاصر الافہام عن ادراکہ   مثل الذی الافلاک فیہ والدنی (۵۱)

ظاہر ہے کہ جب اس کا ممدوح درجہ الوہیت پر فائز ہے تو کلام

... کسی مقدس آسمانی کتاب سے کم نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ خدا کے کلام کا

بندے کے کلام سے کوئی ربط ہی نہیں۔ لکھتا ہے۔

لو کان علمک بالالٰہ مقسما   فی الناس ما بعث الالٰہ رسولا

لوكان تنقطع فيهم ما انزل الفرقان والتوراة والانجيل (۵۱)
اگر تیری خداشناسی سب لوگوں میں تقسیم ہو جاتے تو خدا کسی رسول کو نہیں بھیجتا خود راہ راست پر ہو جاتے اور کسی کو تعلیم دین کی حاجت نہ تھا۔
اگر تیرا کلام لوگوں میں موجود رہتا تو خدا قرآن، تورات اور انجیل کو نازل نہ فرماتا۔
ظاہر ہے جس کا ممدوح ایسی خوبیوں کا حامل ہو اس کے تھوک کا کیا کہنا چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ میرا ممدوح تو ایسا ہے کہ اس کے تھوک چوسنے سے توحید کی حلاوت معلوم ہوتی ہے۔

يترشفن من فمي رشفات ۔ هن فيه حلاوة التوحيد (۵۳)

وہ عورتیں محبت میں کئی بار لعاب چوستی ہیں ان کے بار بار چوسنے میں توحید کی سی حلاوت ہے۔
متنبی نے ایک مقام پر انبیا کی شان میں گستاخی کی ہے سیدنا ابو البشر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی توہین اور ان سے متعلق تمسخر آمیز باتیں کہہ کر اس نے اپنے ایمان کو مجروح کیا ہے۔ لکھتا ہے۔

يقول بشعب بوان حصاني ۔ اعن هذا يسار الى الطعان
ابوكم آدم سن المعاصي ۔ وعلمكم مفارقة الجنان (۵۴)

میرے گھوڑے شعب بوان میں کہتے ہیں کہ کیا ایسی جگہ چھوڑ کر نیزہ زنی یعنی جنگ کی طرف جایا جا سکتا ہے۔
تمہارے باپ آدم نے گناہ کی راہ نکالی اور تم کو جنتوں کا چھوڑنا سکھا
متنبی نے ایک مقام پر اپنے ممدوح کو خدا نو دوسرے پر توحید ثابت کیا ہے اور اس سے اس کی بہادری کو واضح کیا ہے اور لکھا ہے کہ میرے ممدوح سے اس

ے مخالفین ایسے بھاگے ہیں جیسے توحید سے شرک فرار اختیار کرتا ہے۔ سیف الدولہ
وہ مدح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ولست مليكاً هازماً لنظيره   ولكنك التوحيد للشرك هازم (۵۵)

تم نے جو دمستق کو شکست دی یہ ایسی بات نہیں کہ ایک بادشاہ اپنے مثل کو شکست دے بلکہ تو توحید ہے جس نے شرک کو بھگایا ہے۔

متنبی کی شاعری میں سوفطائیہ مذہب کے عقیدہ کا بھی ذکر ملتا ہے، اس مذہب کے عقیدے میں وجود نام کی کوئی چیز نہیں۔ جب متنبی نے ان کے اس عقیدے کا ذکر کیا تو لوگوں نے یہی سمجھا کہ شاید یہ بھی اسی عقیدہ کا پیروکار ہے چنانچہ صاحب شرح العیون نے صاف طور پر یہ لکھدیا کہ وہ مذہب الھوائیہ یا مذہب المادیہ کا دلدادہ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

تبخل ايدينا بارواحنا   على زمان هن من كسبه

فهذه الارواح من جوه   وهذه الاجسام من تربه (۵۶)

ہمارے ہاتھ ہماری روحوں کو زمانہ کو دینے میں بخل کرتے ہیں حالانکہ یہ اسی کی پیدا کردہ ہیں یہ روحیں اسی کی فضا سے ہیں اور یہ جسم اسی کی مٹی سے ہیں۔

متنبی کے مذہبی رجحانات کو پرکھنے میں اس کی عملی زندگی کا مطالعہ بھی ضروری ہے اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ نہ تو نماز پڑھتا تھا اور نہ روزہ رکھتا تھا قرآن کی تلاوت اس نے کبھی کی ہی نہیں اس کا کہنا تھا کہ میں نے دنیا میں کوئی مقدس چیز دیکھی ہی نہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ زمانہ اور اہلِ زمانہ سے بے حد نالاں تھا۔ جس کے سبب اس نے دنیا اور دنیا میں بسنے والوں کی بے حد مذمت کی ہے۔

اذم الى هذا الزمان اهيله   فاعلمهم فدم واحزمهم وغد

واكرمهم كلب والجبرهم ٣ واعبدهم فهد وقحم قرد (٥٧)

میں اس زمانے سے اس کے حقیر باشندوں کی برائی بیان کرتا ہوں کیونکہ ان میں ان کے اعتبار سے زیادہ جاننے والا غبی اور زیادہ محتاط رہنے والا ناکسر ہے ان کا بڑا بزرگ کتے کی طرح ہے اور زیادہ بینا اندھے کی طرح اور زیادہ جاگنے والا چیتے کی مانند کثیر النوم اور بہادر بندر کی مانند نامرد۔

ان تحریروں کی روشنی میں حتمی طور پہ یہ کہنا کہ متنبی فلاں مذہب سے وابسطہ تھا مشکل ہے ایک بات جو اس کی زندگی میں اس کے دین ومذہب کی تعیین میں نمایاں کردار ادا کرنے میں معاون ہوگی وہ دعویٰ نبوت ہے جس کے بارے میں بھی اظہار خیال ضروری ہے۔

ص۳۲۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہاں مرحوم کی وفات کی تاریخ، سنہ عیسوی و سنہ ہجری سب غلط ہے۔ ہمارے لئے صحت واستناد کا سب سے بڑا پیمانہ حضرت مسیح الملک کی لوح مزار ہے جس پر تاریخ رحلت ۲۷ ر دسمبر ۱۹۲۷ء کندہ ہے اگر ۱۹۲۸ء دسمبر معرض تحریر میں آئی ہوتی تو تاویل یا توجیہ کی گنجائش تھی مگر $\frac{۲۷}{۲۸}$ بالکل خلاف واقعہ ہے۔

نزہتہ الخواطر جلد ہشتم میں بعض مقامات پر مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب نے ضروری اضافے کئے ہیں انھیں اضافات میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی تاریخ وفات بھی ہے۔ مولانا ندوی کے الفاظ یہ ہیں۔ توفی فی الرابع من رجب سنة ست واربعین وثلاث مائة والف فی رامفور۔ یعنی مسیح الملک کا انتقال ۴ر رجب ۱۳۴۶ھ میں بمقام رامپور ہوا، اگر اس کی تطبیق عیسوی سے کی جائے تو ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۷ء ہوتی ہے۔